# اخبار امت

## طالبان اور افغانستان

### عبدالغفار عزیز

مزار شریف' تالقان اور سمنگان سمیت متعدد اہم علاقوں کا طالبان کے ہاتھ میں آنا افغانستان میں اہم پیش رفت ہے۔ اب افغانستان کا تقریباً نوے فی صد علاقہ طالبان کے پاس ہے۔ کمانڈر احمد شاہ مسعود اور حزب وحدت کے کچھ علاقے ہی اب ان کی دسترس سے باہر ہیں۔ ان علاقوں میں بھی (تادم تحریر) متعدد محاذوں پر لڑائی ہو رہی ہے اور گمان غالب ہے کہ یہاں فی الحال مزاحمت کا نسبتاً طویل دور ہو گا۔ اس گمان کی متعدد خارجی و داخلی وجوہات ہیں جن میں خارجی وجوہات زیادہ اہم ہیں۔

ان تازہ کامیابیوں کے بعد "طالبان تحریک" کے حوصلے بہت بلند ہوئے ہیں۔ یہ صورت حال ان کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ کر رہی ہے۔ اب تک طالبان کی ساری توجہ اپنے علاقے میں امن و امان قائم کرنے پر مرکوز تھی۔ اس مقصد کی خاطر انھوں نے افغان عوام کو غیر مسلح کرنے کی کامیاب پالیسی اختیار کی۔ لیکن تازہ "فتوحات" اور تقریباً اڑھائی برس کے اقتدار کے بعد اب وقت کے تقاضے اور بھی ہیں: کھنڈرات کو دوبارہ ایک جیتے جاگتے ملک میں بدلنا' بھوک' افلاس' جہالت اور بیماریوں کو کم کرنا' طالبان کے بعض اقدامات کے خلاف مغربی میڈیا کے پروپیگنڈے کا مداوا کرنا' چند ایسے اہم' فوری اور عظیم چیلنج ہیں جن کا طالبان کو سامنا ہے۔

طالبان کی حالیہ کامیابیوں کا ایک فوری مثبت پہلو یہ ہے کہ افغانستان کو تقسیم کرنے کی اس سازش کا خاتمہ ہو گیا جس کی پشت پر مختلف عالمی قوتیں کر رہی تھیں۔ اب یہ امید قدرے روشن ہے کہ افغانستان متحد و مستحکم ہو گا لیکن اس امید کو حقیقت میں بدلنے کے لیے طالبان کو بہت حکمت اور وسعت قلبی سے کام لینا ہو گا۔ افغانستان لاتعداد لسانی و قومی و قبائلی گروہوں کا ملک ہے۔ ان تمام عناصر کو مقام احترام دیے بغیر' ان میں احساس شرکت و مشاورت پیدا کیے بغیر اور ان کی قیادت سے مفاہمت پیدا کیے بغیر افغانستان کے شکستہ پیالے کو ایک مضبوط ہاتھ میں محفوظ نہیں کیا جا سکتا۔ افغانستان پر سرخ فوجوں کی یلغار کے بعد جس افغان

قیادت نے سالہا سال تک مزاحمت کی قربانیاں دی' اندرون و بیرون ملک احترام و محبت کا مقام حاصل کیا' باہمی جھگڑوں نے اسے بہت مجروح کیا ہے' لیکن اب بھی امت اسلامیہ ان کی قربانیاں فراموش نہیں کر سکتی۔ امت مسلمہ نہیں بھول سکتی کہ اسی قیادت نے روسی ریچھ کو گرم پانیوں تک پہنچنے اور پوری دنیا پر اپنے نظریے کو مسلط کرنے سے روکا ہے۔ طالبان کا فرض ہے کہ ذاتی اختلافات اور عالمی سازشوں کا شکار ہو جانے والے افغان رہنماؤں سے گفت و شنید کریں اور انھیں اعتماد میں لے کر اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے ذریعے افغان عوام کی ذہنی و فکری تربیت کا کار عظیم انجام دیں۔

اس مرحلے میں خود قائدین افغان جہاد کو بھی اپنے اوراق نئے سرے سے ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔ آج سے تقریباً تین برس پیشتر جو کردار وہ ادا کر سکتے تھے اب نہیں کر سکتے۔ ان بدلتے حالات میں انھیں از سر نو جائزہ لینا ہو گا کہ افغانستان میں ایک شاندار اسلامی حکومت قائم کرنے کا ان کا خواب کس طرح اپنی تعبیر پا سکتا ہے۔ انھیں حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے فیصلہ کرنا ہو گا کہ اگر طالبان کے ہاتھوں افغانستان متحد اور مکمل طور پر امن ہونے کی امید ہے تو طالبان سے اپنے تمام تر اختلافات کے باوجود ان کے ساتھ تعاون کی کیا کیا صورتیں ہو سکتی ہیں۔

یہ مختصر ذکر تو تھا افغانستان کے متعلق امت کی امیدوں اور خواہشات کا' لیکن آیئے دیکھیں اس وقت کیا ہو رہا ہے۔ مزار شریف اور دیگر شہروں پر طالبان کے قبضے کے بعد شمال اور شمال مغرب میں واقع پڑوسی ممالک کی طرف سے شدید ردعمل ظاہر ہوا ہے۔ مزار شریف میں گیارہ ایرانی سفارت کاروں کی افسوس ناک گمشدگی نے طالبان' پاکستان اور ایران میں سخت کشیدگی پیدا کر دی ہے۔ روس نے تقریباً پچیس ہزار فوجی افغان سرحدوں کے قریب متحرک کر دیے ہیں' ازبکستان اور تاجکستان نے اپنی فوجیں چوکنا کر دی ہیں اور دوستم اور اس کے حلیف مزار شریف کی بازیابی کے لیے کوشاں ہیں۔ اس پوری صورت حال میں سب سے سنگین مسئلہ ایران کی پاکستان سے ناراضگی کا ہے۔ ایران کو یقین ہے کہ طالبان کا کلی انحصار پاکستان پر ہے اور پاکستان ان کے سفارت کاروں کی رہائی کے لیے مثبت کردار ادا کر سکتا ہے۔ ایران کا موقف یہ ہے کہ طالبان کی اصل باگ ڈور پاکستان کے ہاتھ میں ہے اس لیے سفارت کاروں کی رہائی کا مطالبہ طالبان سے نہیں پاکستان ہی سے کرنا چاہیے۔ تہران میں پاکستانی سفارت خانے کے باہر مسلسل مظاہرے اسی موقف کا اعلان ہیں۔

اس لیے اس مسئلے کو فوری اور حکیمانہ انداز سے حل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے وزیر خارجہ ملک میں معاشی بحران پیدا کرنے کے بعد اب خارجہ پالیسی میں بھی متضاد بیانات دے رہے ہیں۔ اس مسئلے میں ان کا پہلا بیان آیا "پاکستان ایرانی سفارت کاروں کو رہا کروائے گا"۔ اب کہہ رہے ہیں کہ "یہ طالبان اور ایران کا مسئلہ ہے"۔ اس طرح کے بے سوچے سمجھے بیانات پڑوسیوں سے پاکستان کے تعلقات کے لیے زہر قاتل

ثابت ہو سکتے ہیں۔ ایٹمی دھماکوں کے بعد پاکستان کو ایران سمیت پوری مسلم دنیا کی مکمل و گرم جوش تائید کی ضرورت ہے۔

افغانستان میں امن و استحکام کی امید کے ساتھ ہی ساتھ کچھ نئے خدشات بھی ابھر کر سامنے آ رہے ہیں۔ ان خدشات میں سرفہرست خدشہ بلکہ خطرہ یہ ہے کہ کچھ عناصر جو اب تک پوری طرح طالبان کے ساتھ تھے اب اس فکر میں ہیں کہ طالبان کو ایک عبوری حل ہی سمجھا جائے۔ اقوام متحدہ اور دیگر عالمی ادارے اس ضمن میں طویل عرصے سے وسیع البنیاد حکومت کا فارمولا پیش کر رہے ہیں۔ اس فارمولے کی بنیادی کڑی افغان حکومت میں ظاہر شاہ یا اس قبیل کے عناصر کو شامل کرنا ہے۔ نجیب انتظامیہ کے خاتمے کے بعد ربانی، حکمت یار اتحاد کی کوششوں کو سبوتاژ کرنے میں بھی مرکزی کردار اسی فارمولے اور اس کے ہاتھوں کا تھا اور اب طالبان سے "چھٹکارا" پانے کے لیے بھی مرکزی کردار انھی کو دینے کی فکرمندی ہے۔

ہمارے انگریزی پریس اور وزارت خارجہ کے اشاروں کنایوں میں اس "ضرورت" کا اظہار شروع ہو گیا ہے کہ کوئی نیا "سیٹ اپ" سامنے آئے۔

# عالم اسلام اور ماسکو کی پالیسی

## محمد ظہیرالدین بھٹی

یہ دلچسپ مضمون ایک روسی اخبار "نیزاویسمایا گازیٹا" میں شائع ہوا۔ اس میں روسی نقطہ نظر کی نمایندگی کرتے ہوئے، مضمون نگار نے روسی حکومت کے سامنے مسلمانوں کے بارے میں چند حقائق رکھے ہیں اور تجاویز پیش کی ہیں۔ اس مضمون کا عربی ترجمہ ہفت روزہ "المجتمع" (۱۹ مئی ۹۸) میں شائع ہوا۔ اس کے اہم نکات، قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش کیے جا رہے ہیں۔ (مدیر)

روس، سابق سوویت یونین کا وارث ہے جو اقتصادی بدحالی کے نتیجے میں، اب اقوام عالم میں، اقتصادی لحاظ سے ۵۵ ویں نمبر پر ہے۔ سابق سوویت یونین کے ممالک کے سوا، اس کا دنیا میں کوئی مخلص حلیف نہیں۔ مغرب اور بالخصوص امریکہ روس کو طاقتور نہیں دیکھنا چاہتا۔ ادھر چین اپنے آپ کو مضبوط کر رہا ہے۔ وہ کئی روسی علاقوں پر اپنا حق سمجھتا ہے۔ روس کے جنوب میں ترکی ہے جو امریکہ کا حلیف ہے۔ وہ قفقاز اور وسط ایشیا میں خصوصی کردار ادا کرنے کا متمنی ہے۔

افغانستان پر حملے سے پہلے، عالم اسلام روس کے بارے میں قدرے نرم گوشہ رکھتا تھا مگر افغانستان میں فوجی مداخلت اور تاجکستان اور چیچنیا کے بارے میں روسی رویے کی وجہ سے عالم اسلام روس سے مایوس ہو چکا ہے۔ اسے ناقابل اعتماد تصور کیا جاتا ہے اور اسلام کا دشمن نمبر ایک سمجھا جاتا ہے۔